سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۲۱



اہل اللہ اور صراطِ مستقیم

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ: گلشن اقبال، کراچی پاکستان
www.khanqah.org

اہل اللہ اور صراطِ مستقیم

عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا
شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

☆

انجمن احیاء السنہ (رجسٹرڈ) نفیر آباد باغبان پورہ، لاہور

سلسلۂ اشاعت دعوۃ الحق نمبر ۱۳۵

نام وعظ ــــــــــ اہل اللہ اور صراطِ مستقیم

واعظ ــــــــــ عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع و مرتب ــــــــــ سیّد عشرت جمیل میر

کتابت ــــــــــ محمد علی زاہد

ناشر ــــــــــ انجمن احیاءُ السنّۃ (رجسٹرڈ) لاہور

اشاعتِ اوّل ــــــــــ رمضان المبارک، ۱۴۱۹ سنہ ہجری

ملنے کے پتے

شعبۂ نشر و اشاعت خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ، اشرف المدارس

گلشن اقبال، بلاک ۲، پوسٹ بکس نمبر: ۱۱۱۸۲، کراچی ۴۷ - فون: ۴۶۱۹۵۸

ڈاک کے ذریعہ مواعظ کی ترسیل صرف ان پتوں سے ہوتی ہے:

یادگارِ خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ، بالمقابل چڑیا گھر، لاہور۔ فون: ۶۳۷۰۳۷۱ / ۶۳۷۲۳۱۰

انجمن احیاءُ السنّۃ، رجسٹرڈ نصیر آباد، باغبانپورہ، لاہور۔ فون: ۶۵۵۱۷۷۴ / ۶۸۶۱۵۸۴

نگرانِ اشاعت:

ڈاکٹر عبدالمقیم

خلیفہ مجاز: عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

فہرست

نزولِ سکینہ بر قلبِ عارف

میرے پینے کو دوستو! سُن لو
آسمانوں سے مے اُترتی ہے
اس میکدۂ غیب سے کیا جام ملا ہے
ہے دُور مجھ سے دوستو دُنیائے تفکر

عرضِ مرتب

مرشدی و مولائی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا پیشِ نظر وعظ اہل اللہ اور صراطِ مستقیم دین میں اہل اللہ کی ضرورت و اہمیت کو غیر ضروری سمجھنے والوں کے لیے دعوتِ فکر اور متلاشیانِ حق کے لیے شمعِ ہدایت ہے جس میں حضرت والا نے کلامِ رب العالمین کی آیات اور ان کی تفسیر سے ثابت فرمایا کہ صراطِ مستقیم دراصل صراطِ منعم علیہم ہے۔ جو شخص صراطِ منعم علیہم یعنی اہل اللہ کے راستہ سے روگرداں ہوا وہ صراطِ مستقیم سے بھٹک گیا کیونکہ صراطِ منعم علیہم صراطِ مستقیم کا بدل الکل من الکل ہے۔ پس جو شخص منعم علیہم یعنی انعام یافتہ بندوں کی راہ کو چھوڑ کر صراطِ مستقیم کا خواب دیکھتا ہے اس کا یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا اور عمر بھر اس کو وصول الی اللہ نصیب نہیں ہو سکتا یہ عظیم الشان عالمانہ و عاشقانہ بیان مورخہ ۲۶ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ مطابق ۵ اگست ۱۹۹۴ء بروز جمعہ بوقت ساڑھے گیارہ بجے صبح مسجد اشرف خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کی محراب سے حضرت والا دامت برکاتہم کی زبانِ مبارک سے نشر ہوا اور طالبانِ حق کو سیراب کر گیا۔ حضرت والا کا یہ ایک ہی وعظ حضرت اقدس دامت برکاتہم کے رسوخ فی العلم، سوزِ عشق اور دردِ دل کا آئینہ دار ہے جس کے علمی دلائل منصوص، تمام شبہاتِ باطلہ کے قاطع اور طالبِ حق کو اللہ تک پہنچانے کے لیے کافی ہیں۔ جو لوگ صحبتِ اہل اللہ کے قائل نہیں ہیں امید ہے کہ اس کے مطالعہ سے ان کو بھی نفع ہو گا۔

اس بیان کو حضرت والا کے مجازِ بیعت مکرمی جناب سہیل احمد صاحب انجینئر مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ نے ٹیپ سے نقل فرمایا اور احقر راقم الحروف نے مرتب کیا اور آج مورخہ ۲۰؍ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۹؍ جون ۱۹۹۵ء بروز جمعرات طباعت کے لیے دیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں اور حضرت دامت برکاتہم اور حضرت کے صدقہ میں جامع و مرتب و جملہ معاونین کے لیے اس کو سرمایۂ آخرت اور اُمتِ مسلمہ کے لیے قیامت تک شمعِ ہدایت بنائیں۔

اٰمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللہِ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمُ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

عرض گذار

احقر محمد عشرت جمیل عرف میر عفا اللہ عنہ

یکے از خدام

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲، کراچی

اہلُ اللہ اور صراطِ مستقیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اُولٰٓئِکَ
مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَ
الشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ○ (پ۵، نساء آیت ۶۹)

الحمد للہ کی چار تفسیریں

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۃ فاتحہ کے اندر پہلے اپنی عظمتِ شان بیان فرمائی کہ دنیا میں جتنی تعریفیں ہوتی ہیں حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہوتی ہے میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے الحمد للہ کی تفسیر میں فرمایا تھا کہ بندہ اللہ کی تعریف کرے یا اللہ بندہ کی تعریف کرے یا بندہ بندہ کی تعریف کرے یا اللہ خود اپنی تعریف کرے، تعریف کی یہ چاروں قسمیں سب اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں۔ الحمد للہ میں لامِ تخصیص کے لیے ہے اور اللہ کو کیسے پہچانو گے؟

معرفتِ الٰہیہ کا تعلق ربوبیتِ الٰہیہ سے

اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کا طریقہ آگے بتلا دیا کہ کون ہے؟ رب العالمین ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ ساری

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے خاص ہیں جو رب العالمین ہے، پروردگار ہے تمام عالم کا
عالم کا ایک ایک ذرہ گواہی دے رہا ہے کہ میرا کوئی پیدا کرنے والا ہے زمین و آسمان
چاند و سورج سیارے پہاڑ دریا اور سمندر اور عالم کی عجیب و غریب مخلوقات حق تعالیٰ
کی وحدانیت و ربوبیت پر شہادت دے رہے ہیں حتیٰ کہ درختوں کے پتوں اور
پھول کی پنکھڑیوں کے باریک باریک رگ و ریشے سب میں حق تعالیٰ کی ربوبیت
کار فرما ہے۔ لہٰذا الحمد للہ کے بعد رب العالمین فرما کر بتا دیا کہ اگر تم ہمیں پہچاننا چاہتے
ہو، ہماری معرفت حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہماری صفت ربوبیت کو دیکھو کیونکہ تمام عالم
کے ذرہ ذرہ میں ہماری ربوبیت کا تم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہو کہ ایک ناپاک
قطرۂ منی پر کیسی بخیہ گری اور کیسے کیسے عجیب تصرفات ہم نے کیے ہیں، ایک قطرہ
میں بینائی، شنوائی گویائی کے خزانے کس نے رکھے ہیں، ایک بے جان قطرہ کو گوشت
پوست کا انسان کس نے بنایا ہے؟ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا تم
اپنی ذات میں ہمیں نہیں دیکھتے ہو؟

مری ہستی ہے خود شاہد وجود ذات باری کی
دلیل ایسی ہے یہ جو عمر بھر رد ہو نہیں سکتی

لیکن اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کے لیے صرف عقل کافی نہیں ہے۔ اسی لیے
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تَفَکَّرُوْا فِیْ خَلْقِ اللّٰہِ مخلوقات اللہ تعالیٰ
کی ربوبیت اور پرورش کا مظہر ہیں لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور کرو لیکن
وَلَا تَتَفَکَّرُوْا فِی اللّٰہِ اللہ کی ذات میں فکر مت کرنا فَاِنَّکُمْ لَمْ تَقْدِرُوْا قَدْرَہٗ (
خطبات الاحکام بحوالہ الترغیب والترہیب) اللہ کا تم اندازہ نہیں کر سکتے ہو

غیر محدود ذات کو اپنی عقل کی چھوٹی سی ڈبیہ میں لا نہیں سکتے ہو۔

تفکر فی المخلوقات سے استدلال توحید پر مغفرت

روایت میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ بدوی تھے آسمان کے نیچے گاؤں میں لیٹنے کی عادت ہوتی ہے، گاؤں میں لیٹے ہوئے تھے۔ آسمان کی طرف دیکھا اور یہ کہا یَا اَیُّهَا السَّمَآءُ وَالنُّجُوْمُ اَنَّ لَكِ رَبًّا وَّخَالِقًا اے آسمانو، اے ستارو! تمہارا کوئی پیدا کرنے والا ہے کوئی رب ہے کوئی تمہارا خالق ہے پھر اس نے کہا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ اے اللہ! مجھ کو بخش دیجئے۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے اس اُمتی کو خوشخبری سُنا دیں کہ میں نے اس کے اس استدلالِ توحید کو قبول کر لیا کہ اس نے مجھے کس طرح سے پہچانا، اے آسمانو، اے ستارو! تمہارا کوئی رب اور پیدا کرنے والا ہے، اے اللہ مجھ کو بخش دیجئے۔ تو ایک دیہاتی اور بدوی کے اس استدلال کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرما کر اس کی مغفرت فرما دی۔ میں آپ لوگوں سے بھی یہ کہتا ہوں کہ کبھی تو ایسے ستارے نظر آتے ہیں یا نہیں۔ راتوں میں کبھی آپ بھی یہی گفتگو کر کے اپنی مغفرت کا سامان کر لیجئے۔ اگر عربی کی عبارت یاد نہ ہو تو اُردو میں کہہ لیجئے کہ اے آسمانو، اے ستارو! تمہارا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور رب ہے۔ ایک جملہ اس میں پوشیدہ ہے کہ وہی ہمارا بھی خالق ہے، ہمارا بھی وہی پالنے والا ہے پھر کہیے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ اے اللہ ہم کو بخش دیجئے۔ ان الفاظ میں مغفرت کا سامان ہے۔ شاپنگ کر لیجئے۔ آج کل بازاروں میں سودا خریدتے ہو، بس اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا سودا خرید لو۔ ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے قبولیت

کا اثر، مغفرت کا اثر رکھا ہوا ہے لہٰذا جب آسمان پر نظر ہو ستارے نظر آئیں تو جو عربی داں ہیں، مولانا لوگ ہیں وہ تو یہ کہہ دیں یَا اَیُّھَا السَّمَآءُ وَالنُّجُوْمُ اَنَّ لَکِ رَبًّا وَّ خَالِقًا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ اور جو عربی نہیں جانتے وہ اُردو میں کہہ لیں کہ اے آسمانو اور ستارو! تمہارا کوئی پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے اے خدا ہم کو بخش دیجئے۔ اِن شاء اللہ مغفرت ہو جائے گی کیونکہ اللہ کی رحمت کے دروازے قیامت تک کے لیے کُھلے ہوتے ہیں۔

قرآن پاک میں عاشقانِ حق کی شان

تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مخلوقات میں فکر کرو

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ میرے خاص بندے جب اُٹھتے ہیں تو کہتے ہیں اللہ، جب بیٹھتے ہیں تو کہتے ہیں اللہ جب کروٹ بدلتے ہیں تو کہتے ہیں اللہ، آہ! یہ کیا معنی ہیں؟ یہ عشق و محبت سکھا رہے ہیں کہ عاشقوں کا شیوہ یہی ہونا چاہیے کہ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے وہ ہم کو یاد کرتے رہیں اگر مچھلی ایک سیکنڈ کے لیے دریا سے الگ ہو جائے گی تو مچھلی کی موت ہے۔ اگر تم ہم کو ایک لمحہ کو بھول جاؤ گے تو اے انسانو تمہاری موت ہو جائے گی، موت ایمانی ہو جائے گی۔ جانور بھی تو زندہ ہے۔ جانوروں کی طرح زندہ رہو گے لیکن ایمانی زندگی تمہاری باقی نہیں رہے گی تو اللہ تعالےٰ اپنے عاشقوں کی نشانی بتا رہے ہیں کہ وہ ہر حالت میں مجھے یاد رکھتے ہیں۔ کیا معنی کہ میری فرماں برداری سے مجھے خوش رکھتے ہیں اور نافرمانی کر کے مجھے ناراض نہیں کرتے۔ یہ معنی ہیں ذکر کے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے خاص بندے ذکر کے ساتھ ساتھ ایک کام اور کرتے ہیں۔

تفکر فی خلق اللہ شیوۂ خاصانِ خدا

وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ آسمانوں میں، زمینوں میں، سمندر میں، اللہ کی مخلوق میں غور کرتے ہیں کہ کیا شان ہے اس کی! اتنی بڑی دُنیا جس پر ہم بیٹھے ہیں چوبیس ہزار میل کا دائرہ ہے اور آٹھ ہزار کا قطر ہے، پہاڑ اور سمندر سب بھرا ہوا ہے، نیچے کوئی ستون، سپورٹنگ پلر نہیں ہے، کوئی کھمبا نیچے نہیں لگا ہوا ہے، وہ زمانہ گیا جب نانی اماں اور دادی اماں کہتی تھیں کہ ایک بیل کے سینگ پر ہے یہ دُنیا۔ سال بھر میں جب وہ تھک جاتا ہے تو سینگ بدلتا ہے بے چارہ۔ سال بھر میں تھکتا ہے، پہلے نہیں تھکتا۔ اس کے بعد ایک سینگ سے اُٹھا کر دنیا کو دوسرے سینگ پر لاتا ہے تو بھیا پھر زلزلہ آجاتا ہے۔ یہ ہماری دادی بتایا کرتی تھیں۔ لیکن اب وہ زمانے ختم ہو گئے، سائنسی دَور نے بتا دیا کہ اتنی بڑی دُنیا کے نیچے کوئی ستون نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم ہے، اتنے بڑے مالک ہیں کہ جو زمین کو، ستاروں کو، سُورج کو، چاند کو، بغیر تھونی کھمبا قائم کیے ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کیا پھر اپنے بندے کے دل کو دین پر قائم نہیں رکھ سکتے مگر چاہتے ہیں کہ پہلے فریاد کرو پھر دیں گے۔

دین پر ثباتِ قدمی کی مسنون دُعا

مانگنے کا انتظار ہے وہاں اسی لیے بروایت بخاری شریف سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا سکھا دی کہ یوں کہو اللہ سے۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ اے ہماری ماں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باری جب آپ کے یہاں ہوتی تھی تو کون سی دُعا زیادہ پڑھتے تھے؟ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا ہماری ماں ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں فرمایا کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کثرت سے یہ دُعا پڑھتے تھے : یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ اے دلوں کے بدلنے والے میرے دل کو دین پر قائم رکھیے۔ تو جو مانگے گا اس کو دیں گے۔

گڑگڑا کے جو مانگتا ہے جام
ساقی دیتا ہے اس کو مے گلفام
ناز و نخرے کرے جو مے آشام
ساقی رکھتا ہے اس کو تشنہ کام

جو اللہ سے گڑگڑا کے مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو استقامت دیتے ہیں اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ جس کی استقامت خطرے میں رہتی ہو یعنی کبھی توبہ کرتا ہے کبھی توبہ توڑتا ہے، چند دن تو مستقیم رہتا ہے بعد میں ٹیڑھا راستہ گناہوں کا اختیار کر لیتا ہے، ایسے شخص کو کثرت سے یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ پڑھنا چاہیے۔ اس میں اسم اعظم ہے کہ اے زمین اور آسمانوں کو سنبھالنے والے میرا دل سنبھالنا آپ پر کیا مشکل ہے اور یہ بخاری شریف کی دُعا یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ کثرت سے پڑھتے رہیے دل لگا کر پڑھیے، درد سے پڑھیے۔

اعمال میں کمیت و کیفیت دونوں مطلوب ہیں

جو لوگ پڑھتے ہیں وہ کبھی کبھار پڑھتے ہیں، کثرت سے نہیں پڑھتے، دل لگا کر نہیں پڑھتے، محرومی کا سبب یہی ہے۔ آپ بتایئے کہ کسی کو ایک گلاس پانی چاہیے، ڈاکٹر نے بتایا کہ ایک گلاس گلوکوز کا خوب ٹھنڈا شربت اس کو پلا دو ورنہ مر جائے گا اور آپ ایک چمچہ پلائیں

تو بتائیے بچے گا یا مر جائے گا؟ اسی طرح سخت پیاس میں کوئی ایک گلاس گرم پانی پلائے تو کیا پیاس بجھے گی؟ لہٰذا کمیت اور کیفیت دونوں مطلوب ہیں۔ تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہونے کے باوجود کثرت سے پڑھتے تھے تو ہم کو آپکو کتنا پڑھنا چاہیے لہٰذا کثرت سے پڑھتے رہیے یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ اے دلوں کے بدلنے والے ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ ہمارے دل کو اپنے دین پر قائم فرما۔

حصولِ رحمت کی دُعا

اور دوسری دُعائیں بھی برابر سکھاتا رہتا ہوں کہ جس شخص کو گناہ میں ابتلا ہے یہ شخص خدا کی رحمت سے محروم ہے اس لیے یہ دُعا یاد کرلیجئے پھر سکھا رہا ہوں۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِیْ اے خدا! مجھ پر وہ رحمت نازل کر دے جس سے گناہ چھوڑنے کی توفیق ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ رحمت وہ ہے جو ہم سے گناہ چھڑا دے، اور جو گناہ میں مبتلا ہے یہ ظالم خدائے تعالیٰ کی رحمتوں سے اپنی خباثتوں اور نالائقیوں کی وجہ سے اپنے کو محروم کر رہا ہے۔ پڑھو بھائیو! اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِیْ اے خدا اپنی رحمت سے مجھ کو گناہ چھوڑنے کی توفیق دے وَلَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِكَ اور اپنی نافرمانی سے مجھ کو بدنصیب بدبخت نہ بنا۔ معلوم ہوا کہ گناہ انسان کو بدبخت کرتے ہیں، بدنصیب کرتے ہیں اور تقویٰ انسان کو اللہ کی رحمت کی گود میں لے جاتا ہے۔

توبہ کی تیز رفتاری

اور توبہ کی سواری اس قدر تیز رفتار ہے کہ دُنیا میں کوئی سواری، کوئی راکٹ ایسا

نہیں ہے جو دم میں اللہ تک پہنچ جاتے ۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مرکب توبہ عجائب مرکب است

توبہ کی سواری عجیب و غریب سواری ہے ۔

تا فلک تازد بیک لحظہ زپست

ایک سیکنڈ میں آسمان تک اُڑا کر لے جاتی ہے ، اللہ سے ملا دیتی ہے اور اسی وقت وہ بندہ جو خباثت سے اور گناہوں کی وجہ سے اللہ سے دُور تھا توبہ کے صدقہ میں اللہ سے قریب ہوا اور محبوب بھی ہوگیا ۔ اَلتَّائِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ یعنی اَلَّذِیْ تَابَ کَانَ حَبِیْبَ اللّٰہِ جو توبہ کرتا ہے فوراً اللہ کا محبوب ہوجاتا ہے ۔

اچھا یہ بتلایئے کہ گناہ اچھی چیز ہے یا خراب چیز؟ جب خراب چیز ہے تو خراب چیز کو چھوڑنا اچھا ہے یا پالنا؟ خراب چیز کو جلد چھوڑ دینا چاہیے اور چھوڑ کر خوش ہونا چاہیے ۔

استحضارِ معیّتِ الٰہیہ کی جرأت علی المعصیت کا سبب ہے

بس ایک بات اور عرض کرتا ہوں بعض لوگ مخلوق کے سامنے گناہ سے بچتے ہیں دو چار دوست بیٹھے ہوں تو وہاں اُن کے سامنے گناہ نہیں کرتے کیونکہ مخلوق میں ذلیل ہو جائیں گے یا مخلوق ان سے انتقام لے سکتی ہے ۔ لیکن میں یہ پوچھتا ہوں کہ جس خلوت اور تنہائی میں انسان گناہ کرتا ہے اس وقت خدا اُس کے ساتھ ہے یا نہیں؟ تو مخلوق زیادہ طاقتور ہے یا خالق زیادہ طاقتور ہے؟ بڑی طاقت کے سامنے تو گناہ کرتے خوف نہ لگا اور کمزور مخلوق کے ڈر سے گناہ چھوڑ رہا ہے! اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں، وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ جہاں بھی تم ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے اتنی عظیم الشان طاقت والا ہمارے آپ کے حجروں اور کمروں میں ساتھ ہے کوٹھڑیوں میں ساتھ ہے لیکن انسان کی فطرت دیکھیے کہ چند انسان اس کو دیکھ رہے ہوں تو وہاں گناہ سے بچتا ہے اور پھر گناہ کے لیے تنہائی تلاش کرتا ہے، راستے بند کرتا ہے، دروازے بند کرتا ہے کہ کوئی دیکھ نہ لے لیکن وہ ذات پاک جو مخلوق سے بے شمار گنا عظیم الشان اور عظیم القدرۃ ہے وہ وہیں ساتھ میں ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ۔ بندروں سے ڈر گیا اور شیر سے نہیں ڈرا ایسے سیاح کو ڈاکٹر جمعہ کو دکھانا چاہیے۔ ایسا بیوقوف سیاح جو جنگل میں بندروں سے ڈر رہا ہو اور لومڑیوں سے ڈر رہا ہو مگر شیر کے سامنے سینہ تانے ہوئے ہو اس کا کیا حال ہوگا؛ جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ اس شخص سے زیادہ احمق ہے جو شیر سے نہیں ڈرتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمتِ حق کو متوجہ کرنے والا عجیب عنوانِ دُعا

قربان جائیے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر لاکھوں کروڑوں کروڑوں صلوٰۃ وسلام نازل ہوں کیسی پیاری دُعا سکھا دی! اَللّٰهُمَّ لَا تُخْزِنِىْ فَاِنَّكَ بِىْ عَالِمٌ اے اللہ! ہم کو ذلیل نہ فرما کہ جس کوٹھڑی میں ہم گناہ کر رہے تھے وہاں آپ بھی موجود تھے۔ آپ ہمارے سارے عیوب کو جانتے ہیں لہٰذا اے خدا ہم کو رسوا نہ فرما۔ مخلوق سے تو ہم چھپ لیے لیکن آپ اس وقت بھی موجود تھے جب ہم گناہ کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا سکھا رہے ہیں۔ قربان جائیے کیا پیاری دُعا ہے! اَللّٰهُمَّ لَا تُخْزِنِىْ فَاِنَّكَ بِىْ عَالِمٌ پس تحقیق کہ آپ خوب جانتے ہیں جو ہم تنہائیوں

یعنی خلوتوں میں کوٹھریوں میں حجروں میں چھپ چھپ کے گناہ کرتے ہیں۔ اے خدا! آپ وہی ہوتے ہیں اور آپ اپنی قدرت قاہرہ کے ساتھ ہمیں دیکھتے ہیں۔ یہ آپ کا کمال حلم وکرم ہے کہ جلدی بدلہ نہیں لیتے۔ موقع دیتے ہیں کہ شاید اب توبہ کرلے، شاید اب توبہ کرلے۔ وَلَا تُعَذِّبْنِیْ فَاِنَّکَ عَلَیَّ قَادِرٌ اور مجھ کو عذاب نہ دیجئے کیونکہ آپ مجھ پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ آپ جو چاہیں کردیں چاہیں تو دم میں کینسر پیدا کردیں، چاہیں تو گردے بے کار کردیں، چاہیں تو موٹروں سے ایکسیڈنٹ کرادیں، چاہیں تو فالج گرادیں، اتنی بیماریاں پیدا کردیں کہ مریض کی چیخ سے پورا ہسپتال لرز جائے۔ میں نے بنگلہ دیش میں ایک ہسپتال میں دیکھا۔ ایک شخص کا پیشاب بند تھا، گردے میں درد تھا، زور سے چلا رہا تھا کہ ہسپتال کی حدود سے دُور دُور تک آواز جارہی تھی۔ اے خدا ہم سب کو بچا اور ہم پر ہماری نافرمانوں کی وجہ سے اپنا عذاب نازل نہ فرما۔ یہ دُعا سیکھ لیجئے یوچھ لیجئے۔ اسی لیے عرض کرتا ہوں کہ ایک چھوٹی سی کاپی یا ڈائری ساتھ رکھیے اور ایک قلم بھی ساتھ میں رکھیے۔ یہ طریقہ طالب علموں کا ہے جب کوئی دُعا سُنی فوراً قلم نکالا اور نوٹ کرلیا۔ یہ بزرگوں کا طریقہ ہے۔

دل کو اللہ کے لیے خالی کرلیا

مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں حکیم الامت کے ساتھ خانقاہ سے حضرت کے گھر تک جارہا تھا، راستہ میں حکیم الامت نے کاغذ نکالا، پنسل نکالی۔ معلوم ہوا کہ ساتھ کاغذ پنسل رکھنا یہ طریقہ اللہ والوں کا چلا آرہا ہے۔ حکیم الامت ہمارے آپ کے پردادا ہیں آخر ان کے طریقہ کو ہم آپ کیوں نہیں سیکھتے؟ ایک پنسل ایک کاغذ ہم آپ بھی ساتھ رکھیں۔ تو حضرت نے اک پنسل نکالی اور کاغذ

پرچہ لکھا پھر اس کو جیب میں رکھ لیا اور فرمایا مفتی صاحب! میں نے کیا کیا۔ مفتی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے کاغذ نکال کر پنسل سے کچھ لکھا اور دوبارہ جیب میں رکھ لیا۔ فرمایا کہ دیکھو! ایک بات بار بار یاد آرہی تھی کہ کہیں بھول نہ جاؤں کہیں بھول نہ جاؤں دل اس میں پھنس گیا تھا۔ اب دل کا بوجھ میں نے کاغذ پر رکھ دیا اور دل کو اللہ کے لیے خالی کر لیا۔ تو دوستو ایک چھوٹی سی ڈائری چند روپوں کی ملتی ہے اگر اس وقت آپ کے پاس ہوتی تو جلدی سے یہ دُعا نوٹ کر لیتے یا نہیں؟ بولیے۔ جو وعظ کہتا ہے اس کی حیثیت اُستاد کی ہوتی ہے وہاں جلدی سے نوٹ کر لینا چاہیے اَللّٰھُمَّ لَا تُخْزِنِیْ فَاِنَّکَ بِیْ عَالِمٌ اے اللہ آپ مجھے ذلیل نہ فرمانا کیونکہ آپ میرے گناہوں سے باخبر ہیں۔ مخلوق سے تو چھپ گئے مگر اے میرے خالق آپ سے ہم کہاں چھپ سکتے ہیں؟ وَلَا تُعَذِّبْنِیْ فَاِنَّکَ عَلَیَّ قَادِرٌ اور ہمیں عذاب نہ دیجئے کہ آپ کو ہم پر پوری قدرت ہے، جو چاہیں سو کر دیں آپ بتائیے کہ اللہ تعالےٰ زمین پھاڑ دیں اور دھنسا دیں، اللہ کو قدرت ہے یا نہیں؟

علامتِ قہرِ الٰہی

گناہوں پر، نافرمانی پر جرأت کرنے والا اس کی عقل پر عذاب ہے، قہر ہے، شیطان کا نشہ اس پر ہے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

از شرابِ قہر چوں مستی دہی

اے خدا آپ جس کو اپنے قہر اور عذاب کی مستی دیتے ہیں۔

نیست ہا را صورتِ ہستی دہی

تو ان مٹی کی فانی شکلوں میں اس کو پتہ نہیں کیا نظر آتا ہے۔ یہ مرنے والے،

یہ مُردے، یہ لاشیں جو لاشے ہیں مگر انہیں کے اندر وہ پاگل ہوجاتا ہے۔ اسی لیے ان کو دیکھنا ہی حرام ہے۔ دیکھنا اسی لیے حرام ہے کہ تم پاگل نہ ہوجاؤ۔ صورتوں کو حُسن دینے والے نے حکم دیا ہے کہ میں نے ان کو ایسا جمال اور صورت دی ہے کہ خبردار ان کو دیکھنا مت، ورنہ تمہاری عقل خراب ہوجائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا جس پر عذاب ہوتا ہے وہی ان سے دل لگاتا ہے۔ یہ قہرِ الٰہی کی علامت ہے کہ فانی چیزوں سے دل لگا بیٹھے۔

علامتِ مُردودیت

اور اچانک ایک بات حکیم الامت کی یاد آگئی جس کو بار بار کہتا رہتا ہوں کہ جس شخص کو اپنے گناہوں پر پریشانی اور ندامت نہ ہو تو سمجھ لو یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہے جیسا کہ ابلیس کو آج تک شرمندگی نہیں ہے۔ بتاؤ بھائی ابلیس کو ندامت ہے؟ اس ظالم کو ندامت کہاں! یہی علامتِ مردودیت ہے لہٰذا گناہوں پر پریشانی کا ہونا یہ علامت اچھی ہے۔

گناہوں پر ندامت علامتِ قبولیت ہے

بزرگوں نے فرمایا کہ جس انسان کے پیٹ میں زہر چلا جائے اور اس کو قے ہوجائے تو سمجھ لو اچھا ہوجائے گا۔ اسی طرح گناہ کرکے دل میں پریشانی ہوجائے اور رونے لگے تو سمجھ لو اس نے قے کر دی۔ دو رکعات توبہ پڑھ کر اللہ سے رونے لگے یہ علامت ہے کہ گناہ اس کو راس نہیں آیا۔ یہ علامت اس کے عنداللہ مقبول ہونے کی ہے۔

مناجات و ذکر و تلاوت کے فوائد

دوستو! بازار میں مناجاتِ مقبول ملتی ہے اس میں سات منزلیں ہیں ہر روز ایک منزل آپ پڑھ لیں تو یہ ساری دعائیں آپ کو آ جائیں گی، پانچ منٹ دس منٹ لگیں گے۔ ایک منزل روزانہ پڑھ لیجئے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساتوں منزل روزانہ پڑھتے تھے اور سب زبانی یاد تھیں ہم آپ ایک منزل بھی پڑھ لیں تو بڑی چیز ہے۔ آپ ایک منزل پڑھیں تو ان شاء اللہ سب دُعائیں یاد ہو جائیں گی ——— سال چھ مہینے جب آپ پڑھیں گے تو بغیر ارادہ خود بخود یاد ہو جائیں گی بلکہ اگر ارادہ بھی کرو کہ ہم یاد نہیں کریں گے لیکن آپ چھ مہینہ پڑھ کے تو دیکھئے سب دعائیں خود بخود یاد ہو جائیں گی۔ قرآن شریف کی دُعائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمودہ دعائیں ہیں اس کا معمول بنا لیجئے اور جو شیخ نے ذکر بتایا ہے اس پر عمل کریں۔

تلاوت کا خاص اہتمام چاہیے

اور ایک پارہ تلاوت کریں یا آدھا پارہ سہی جتنا ہو سکے کم از کم دس آیات تو روزانہ تلاوت کرنا چاہیے ورنہ قیامت کے دن مواخذہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم نے میرا کلام اٹھا کر طاق میں رکھ دیا تھا کم از کم دس آیات کا تو معمول بنا لیجئے۔ دو تین منٹ کا کام ہے۔ یہ تو ادنیٰ درجہ ہے لیکن اللہ والوں کا یہ شیوہ نہیں ہے۔ اس لیے ایک پارہ یا آدھا پارہ تلاوت قرآن شریف ایک منزل مناجاتِ مقبول اور جو شیخ نے ذکر بتایا ہے وہ کرلے ان شاء اللہ محروم نہیں رہے گا۔

معیتِ حق کا کمالِ استحضار اور اس کی مثال

اتنا دل میں نور آجائے گا کہ گناہ

کرنے کی اس میں ہمت ہی نہیں رہے گی۔ ایک صاحب نے اپنے ایک مہمان سے کہا کہ اس کمرہ میں سو جائیے۔ اس کمرہ میں شیر کا بچہ اندھیرے میں لوہے کی زنجیر میں بندھا ہوا تھا لیکن اتنا فاصلہ تھا کہ شیر اس کو کھا نہیں سکتا تھا۔ مہمان صاحب کو خبر نہ تھی کہ کمرہ میں شیر ہے رات کو انہیں پیشاب لگا اور لیٹرین باہر تھا۔ اب جو اس نے دیکھا تو شیر کا منہ اس کی طرف تھا۔ شیر کی آنکھیں اندھیری رات میں لال انگارہ معلوم ہوتی ہیں بس اس نے جو دیکھا کہ یہ سرخ انگارہ سا کیا ہے، ٹارچ جلا کر دیکھا تو پورا شیر بس لیٹرین جانے کی ضرورت نہیں ہوئی جو ایکسپورٹ کرنا تھا وہ وہیں چادر پر سب کچھ نکل گیا لیکن وہاں سے بھاگا اور پھر رات بھر نہیں سویا اور صبح میزبان سے لڑائی کی کہ تم نے تو میرا ہارٹ فیل کر دیا ہوتا۔ اس نے کہا ارے یار میں نے تو مذاق کیا تھا۔ اس نے کہا ایسا مذاق شرعاً حرام ہے کہ جس سے مسلمان کو اذیت پہنچے خدانخواستہ ہارٹ ہی فیل ہو جاتا لیکن مذاقیہ لوگ بھی عجیب ہوتے ہیں۔ یہ کوئی مذاق ہے جس سے آدمی خوف زدہ ہو جاتے۔

لیکن مجھے اس مثال سے یہ بتانا ہے کہ ایک شیر کے ڈر سے یہ حال ہو گیا مگر شیر کے پیدا کرنے والے سے جو نہیں ڈرتا، مجھے رونا ہے اپنے اوپر بھی اور ان سب دوستوں پر بھی جو اللہ سے نہیں ڈرتے۔ اگر اللہ کا ڈر دل میں پیدا ہو جائے تو پھر گناہ کرنے کی ہمت نہیں ہوگی لہٰذا ہم سب کو چاہیے کہ جلد توبہ کر لیں۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

ظالم ابھی ہے فرصت توبہ نہ دیر کر
وہ بھی گرا نہیں جو گرا اور سنبھل گیا

جلدی سنبھل جاؤ دوستو! پتہ نہیں اللہ کب بُلالے۔ یہ نہ سوچئے کہ کل توبہ کرلیں گے، پرسوں کرلیں گے۔ اس سے پہلے بھی موت آسکتی ہے۔

نہ جانے بُلالے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

ذکر برائے خالق، فکر برائے مخلوق

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری عظمتوں کی پہچان کے لیے میری مخلوقات میں غور کرو۔ میری پرورش اور ربوبیت میں آسمانوں، زمینوں، سُورج اور چاند، پہاڑوں اور سمندروں میں غور کرو کہ میں کتنا عظیم الشان ہوں۔ یہی میرے اللہ ہونے کی دلیل ہے میری مخلوق میں فکر کرو۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لیے فکر کا لفظ نازل کیا اور اپنے نام کے لیے ذکر کا لفظ نازل کیا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ نازل کیا اور یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ نازل فرمایا۔ حکیم الامت قرآن پاک کی تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ مسائل السلوک میں فرماتے ہیں کہ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ فکر برائے مخلوق اور ذکر برائے خالق ہے۔ آہ! کیا علوم ہیں ہمارے بزرگوں کے۔

ممانعتِ تفکر فی اللہ کی حکمت

اور حدیث پاک میں اللہ کی ذات میں فکر کرنے سے کیوں منع کیا گیا؟

لَا تَتَفَکَّرُوْا فِی اللّٰہِ۔ اللہ کی ذات کے بارے میں مت سوچو کہ وہ کیسے

ہیں؟ اس کی علت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی فَاِنَّكُمْ لَمْ تَقْدِرُوْا قَدْرَہٗ فائے تعلیلیہ ہے پس تحقیق چونکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کو عقل کی ڈبیہ میں، عقل کے برتن میں نہیں لاسکتے ہو۔ عقل تمہاری محدود، اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود۔ پس غیر محدود کو محدود میں کیسے نہیں لاسکتا؟ صراحی اپنے اندر مٹکے کو نہیں لاسکتی مٹکا اپنے اندر حوض کو نہیں لاسکتا، حوض اپنے اندر دریا کو نہیں لاسکتا، دریا اپنے سمندر کو نہیں لاسکتا جب کہ یہ سب محدود ہیں۔ جب چھوٹے محدود بڑے محدود کو اپنے اندر نہیں سما سکتے تو خدائے تعالیٰ تو غیر محدود ہیں ہم محدودوں کے اندر وہ کیسے آسکتے ہیں؟ اکبر الٰہ آبادی نے کہا تھا ؎

تُو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
مَیں جان گیا بس تری پہچان یہی ہے

اس لیے اللہ تعالیٰ اہل اللہ کے دل میں تو آجاتے ہیں۔ دل میں نظر دے دیتے ہیں۔ وہ اپنے قلب کی آنکھوں سے گویا اللہ کو دیکھتا ہے لیکن عقل اس کا احاطہ نہیں کرسکتی۔ اکبر الٰہ آبادی ہی کا ایک اور شعر ہے ؎

عقل جس کو گھیر لے لا انتہا کیونکر ہُوا
جو سمجھ میں آگیا پھر وہ خُدا کیونکر ہُوا

ربوبیتِ الٰہیہ کا رحمتِ الٰہیہ سے ربط

لیکن سب سے بڑی نعمت الحمد للہ رب العالمین کے بعد الرحمٰن الرحیم ہے کہ میں نے تمہاری پرورش رحمت سے کی ہے۔ شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک لوہار اگر قینچی بناتا

ہے، چاقو بناتا ہے تو لوہے کو آگ میں ڈالتا ہے، پھر اس پر ہتھوڑے مارتا ہے تب جا کے قینچی چاقو بناتا ہے۔ لیکن اے ظالمو! اے مجھ کو بھولنے والو! ماؤں کے پیٹ میں میں نے کتنے ہتھوڑے تمہیں لگائے، اس طرح سے تمہاری ترکیب و تربیت کی، اس طرح سے تمہیں بنایا کہ تمہیں احساس بھی نہیں ہوا اور تمہاری ماں کو بھی اس کا احساس نہیں ہوا کہ کب آنکھیں بن رہی ہیں اور کب کان بن رہے ہیں اور کب سینہ میں دل رکھا جا رہا ہے۔ تو ہمارے شیخ فرماتے تھے کہ ارحم الراحمین کی یہ علامت ہے کہ کس رحمت سے تم کو پیدا کیا، کس رحمت سے بنایا!

مالکِ یوم الدین میں شانِ عظمت و شانِ رحمتِ الٰہیہ کا ظہور ہے

پھر مالک یوم الدین فرمایا کہ میں مالک ہوں قیامت کے دن کا۔ اس دن میری حیثیت منصف اور جج کی نہیں ہوگی جج قانونِ مملکت کا پابند ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے قانون اور سلطنت اور قوانین کا پابند اور غلام نہیں ہوں میں مالک ہوں گا قیامت کے دن کا۔ اگر میرے قانون سے کوئی بخشا نہ جا سکا تو اپنے شاہی رحم سے معاف کر دوں گا یہ ہے مالک یوم الدین کا راز۔

مراحمِ خسروانہ جس کو شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے نے فرمایا کہ عرشِ اعظم کے سامنے لکھا ہوا ہے۔ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ۔ میری رحمت اور میرے غصہ میں جو دوڑ ہوئی تو میری رحمت آگے بڑھ گئی۔ شاہ عبدالقادر صاحب مصنف، تفسیر موضح القرآن اور شاہ ولی اللہ صاحب کے بیٹے لکھتے ہیں کہ عرشِ اعظم پر اللہ

نے یہ کیوں لکھایا ہے ؟ فرمایا کہ یہ شاہی رحم کے طور پر لکھایا ہے۔ اس کا نام کیا ہے از قبیل مراحم خسروانہ۔ مراحم جمع ہے رحمت کی۔ از قبیل مراحم خسروانہ کے معنی ہیں شاہی رحم کے طور پر۔ اگر میرا کوئی بندہ قانون سے نہ بخشا جا سکا تو میں اپنے شاہی رحم کو محفوظ رکھتا ہوں، اس شاہی رحم سے اس کو معاف کر دوں گا جیسے جب کوئی مجرم قانون سے نجات نہیں پاتا اور سپریم کورٹ سے پھانسی کی قطعی سزا ہو جاتی ہے تو اب آگے کیونکہ کوئی اور عدالت نہیں ہے لہٰذا سلطانِ مملکت سے رحم کی درخواست کرتا ہے اور اخباروں میں آجاتا ہے کہ مجرم نے سپریم کورٹ میں ہارنے کے بعد پھانسی کی سزا سُن کر اب مملکت کے بادشاہ سے رجوع کیا ہے اور شاہی رحم کی بھیک مانگی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے شاہی رحم کی بھیک کو محفوظ کر لیا ہے۔ آہ! مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا راز سُن لیجئے۔ وہ مالک ہے قیامت کے دن کا۔ جج قانون کا پابند ہوتا ہے، مالک پابند نہیں ہوتا۔ اللہ کی قضا اللہ کے سامنے محکوم ہے۔ قضائے الٰہی یعنی اللہ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ پر حکومت نہیں کر سکتا ہے۔ یہ مولانا رومی کا عنوان ہے کہ اے خدا آپ کی قضا آپ کی محکوم ہے آپ پر حاکم نہیں ہو سکتی اس لیے سُوءِ قضا کو حُسنِ قضا سے تبدیل فرما دیجئے۔

نفس و شیطان کی غلامی سے آزادی کی درخواست

اور آگے بیان فرمایا

کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم آپ ہی کے بندے ہیں، ہم نفس اور شیطان کے بندے نہیں ہیں۔ آپ کی غلامی کرتے ہیں مگر چونکہ نفس اور شیطان ہم کو دبوچے ہوتے ہیں، ہم جنگلی سُوّر کے منہ میں ہیں اور ہرن کے شکار کرنے کا ارادہ کرکے نکلے

تھے لیکن جھاڑی سے جنگلی سُور نے نگل لیا یعنی اللہ تک پہنچنے کا ارادہ کر کے سلوک میں داخل ہوتے تھے مگر نفس کا جنگلی سُور ہمیں خبیث گندے اعمال میں مبتلا کر کے دبوچے ہُوتے ہے اور اپنے بڑے لمبے لمبے دانتوں سے ہمیں کھا رہا ہے اور ہم دل میں سوچ رہے ہیں کہ اے خدا ہم تو ہرن کے شکار کے لیے چلے تھے یعنی آپ تک پہنچنے کے لیے لیکن یہ مجھ کو کیا ہو گیا کہ نفس کے جنگل میں پھنس کر آپ سے اب تک دُور پڑا ہُوا ہوں۔

اشتغال باللذائذ مانعِ قرب ہے اور اس کی تمثیل

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ انگور کھانے کے لیے ایک کیڑا چلا لیکن ظالم ایک پتہ ہرا ہرا دیکھ کر یہ سمجھا کہ شاید یہی انگور ہے۔ ساری زندگی اس پتہ کو کھاتا رہا، انگور کے درخت کے ہرے پتے کو، اور وہیں مر گیا، اسی پتہ پر قبرستان بنا لیا۔ اگر یہ ظالم ہرے پتے کی رنگینیوں میں مبتلا نہ ہوتا، اس سے صرف نظر کر کے، اپنی نگاہ کی حفاظت کر کے آگے بڑھتا تو انگور پا جاتا۔ اگر ہم مرنے والی لاشوں سے اپنی نگاہوں کو بچا کر آگے بڑھ جائیں تو ہمیں اللہ مل جاتے مگر ان مُردہ لاشوں میں نفس و شیطان ہمیں مبتلا کر کے اللہ کے قرب کے انگور سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ جو مضمون پیش کر رہا ہوں یہ جلال الدین رومیؒ کا فارسی زبان میں ہے جس کو اختر آپ کے سامنے اردو زبان میں پیش کر رہا ہے۔

لہٰذا آج سے ارادہ کر لیجئے کہ پتوں پر جان نہیں دیں گے، ان لاشوں سے ان حسینوں سے آگے بڑھ جائیں گے اور ہمیں اللہ کے قرب کا انگور نصیب ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

صراطِ مستقیم منعم علیہم کا راستہ ہے

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ
اے اللہ ہم کو سیدھا راستہ دکھا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صراطِ مستقیم کیا ہے؟ اس کا بدل صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ہے یعنی اے اللہ جن پر آپ نے انعام نازل کیا جو آپ کے پیارے بندے ہیں۔ ان کا راستہ دکھا۔ یہ اللہ تعالیٰ نازل فرما رہے ہیں کہ سیدھے راستہ کا خواب مت دیکھنا خالی کتابوں سے، سیدھے راستہ کا خواب مت دیکھنا اسبابِ دنیویہ سے، سیدھا راستہ ان کا ہے جن کو میں نے انعام سے نوازا ہے جو میرے مقرب بندے ہیں۔

انعام یافتہ بندے کون ہیں؟

اب انعام کیا ہے؟ کلفٹن کے بنگلے؟ نہیں، کباب اور بریانیاں؟

نہیں! پھر انعام کیا ہے؟ اُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ۔ مَیں نے جن پر انعام نازل کیا وہ انعام کیا ہے؟ مِنَ النَّبِیّٖنَ جن کو نبوت عطا کی۔ وَالصِّدِّیْقِیْنَ جن کو اپنا صدیق بنایا۔ وَالشُّھَدَآءِ جن کو جامِ شہادت نوش کرنے کا شرف بخشا۔ وَالصّٰلِحِیْنَ جن کو نیک اور صالح بنایا تو نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت چار نعمتیں جن کو حاصل ہیں سیدھے راستہ سے ان کا راستہ مراد ہے۔

مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے

ان کا راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے جو اللہ تک پہنچتا ہے۔ جو اُن کی راہ پر نہ چلے گا اللہ تک نہیں پہنچ سکتا، واپس کر دیا جائے گا۔

لوٹ آئے سب جتنے فرزانے گئے
تا بہ منزل صرف دیوانے گئے

صراطِ مستقیم کے لیے منعم علیہم بندوں کی رفاقت شرط ہے

ان سے تعلق قائم کرو وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا آخر میں اللہ نے فرمایا کہ یہ بہترین رفیق ہیں۔ جملہ خبریہ صورت امر میں ہے یعنی ہے تو خبر مگر اندر انشاء پوشیدہ ہے یعنی جب تم ان اللہ والوں کو، ان انعام یافتہ لوگوں کو اپنا رفیق، اپنا ساتھی بناؤ گے تب جا کر تم کو صراطِ مستقیم ملے گی اور تب خدا ملے گا لہٰذا ان کو اپنا رفیق بنا لو۔

علامہ محمود نسفی نے تفسیر خازن میں لکھا ہے کہ یہاں حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا معنیٰ میں افعال تعجب کے ہے۔ یعنی مَا اَحْسَنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا کیا ہی پیارے یہ رفیق ہیں۔ یہ حَسُنَ معنی میں مَا اَحْسَنَ کے ہے مَا اَحْسَنَ وَاَحْسِنْ بِہٖ مَا اَفْعَلَ وَاَفْعِلْ بِہٖ دو صیغے افعال تعجب کے ہیں مطلب یہ کہ سبحان اللہ کتنے پیارے لوگ ہیں یہ اللہ والے۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟ کیا یہ خالی خبر ہے یا اس میں انشاء پوشیدہ ہے۔ اگر آپ کہیں کہ آج میرے یہاں گرما گرم کباب تیار ہے تو کیا مہمان اس کو خالی خبر سمجھے گا یا دعوت بھی سمجھے گا۔ آہ! اللہ تعالیٰ دعوت دے رہے ہیں کہ اے لوگو! میں دعوت دیتا ہوں کہ میرے مقبول بندوں کو جلدی سے اپنا ساتھی بنالو۔ مگر اس رفاقت میں حُسن ڈالنا وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا حسین رفاقت اختیار کرنا۔ حسین رفاقت جب ہوتی ہے جب اتباع بھی ہو۔ اپنے رفیق و مربی کے مشوروں پر عمل بھی کیا جائے۔ وہ شخص حُسنِ رفاقت سے محروم ہے جو شیخ کے بتائے ہوئے طریقوں

سے الگ نفس کے کہنے پر عمل کرتا ہے۔

صراطِ منعم علیہم صراطِ مستقیم کا بدل الکل ہے

تو صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جتنے اللہ والے ہیں یہ صراطِ مستقیم کے بدل الکل من الکل ہیں۔ اس بدل کے تین نام ہیں۔ بدل الکل من الکل، بدل المطابق، بدل الموافق یعنی صراطِ مستقیم پورا پورا اللہ والوں کا راستہ ہے جس نے اللہ والوں کا راستہ اختیار نہ کیا وہ صراطِ مستقیم سے محروم ہے۔

کلام اللہ کا اعجازِ بلاغت اور علماءِ نحو کی حیرانی

اب ایک اشکال علمی اس پر یہ ہے کہ ترکیب بدل میں بدل مقصود ہوتا ہے مبدل منہ مقصود نہیں ہوتا جیسے جَاءَ زَیْدٌ اَخُوْہُ آیا زید یعنی اس کا بھائی تو زید نہیں آیا ہے اس کا بھائی آیا ہے بھائی اس کا بدل ہے یہاں اس کا بھائی مقصود ہے زید مقصود نہیں۔ اس پر اشکال نہ ہوتا ہے کہ جب مبدل منہ کلام میں غیر مقصود ہوتا ہے اور بدل مقصود ہوتا ہے تو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ مبدل منہ ہے تو نعوذ باللہ اللہ کے کلام میں کیا غیر مقصود بھی آ گیا۔ تو حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مبدل منہ میں اللہ نے ایک لفظ بڑھا دیا جو بدل میں نہیں ہے۔ وہ کیا ہے؟ مستقیم، صفتِ استقامت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ مبدل منہ میں صفتِ مستقیم نازل کر کے اور بدل میں یہ صفت نازل نہ کر کے اللہ نے اپنے کلام میں مبدل منہ کو بھی مقصود بنا دیا کہ دیکھو صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ یہی مستقیم اور سیدھا راستہ ہے لیکن

یہ صفت میرے مبدل منہ میں ہے بدل میں نہیں ہے لہٰذا میرا بدل بھی مقصود ہے اور میرا مبدل منہ بھی مقصود ہے لہٰذا علمائے نحات کے کہنے میں مت آنا یہ قانون میرے بنائے ہوئے ہیں، یہ نحو کی قانون سازی میری عطا ہے۔ ان کی کھوپڑی کی عقل میں تھوڑی سی روشنی میں نے دی ہے۔ لہٰذا قانون نحوی کوئی چیز نہیں ہے میں نے اپنے کلام میں مبدل منہ میں مستقیم کا لفظ نازل کر کے اس کو مقصود بنا دیا کیونکہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے قیامت تک کسی کو پتہ نہ چلتا کہ یہ اللہ والوں کا راستہ مستقیم بھی ہے یا نہیں، سیدھا بھی ہے یا نہیں وہ مبدل منہ میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرما دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا کمالِ بلاغت ہے کہ ساری دُنیا کے علمائے نحات، ساری کائنات کے قانونِ قواعد و گرامر کے عالم حتیٰ کہ علماء عرب بھی حیرت زدہ رہ گئے کہ اللہ اکبر کلام اللہ کی یہ بلاغت! ساری دنیا کے علمائے نحات کا اجماع ہے کہ ترکیب بدل میں مبدل منہ غیر مقصود ہوتا ہے مقصود بدل ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ بلاغت سے مبدل منہ میں ایک صفت ایسی نازل کر دی جو بدل میں نہ تھی جس سے خود مبدل منہ بھی مقصود ہو گیا سارے علمائے نحات، ساری کائنات کی مخلوقات خدا کے سامنے کیا بیچتی ہیں، اللہ تعالیٰ کے کلام کی بلاغت کے سامنے دُنیا کے فصحاء اور بلغاء کیا بیچتے ہیں۔ ان کی کیا حقیقت ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ منعم علیہم کا راستہ یہی بدل ہے، یہی صراطِ مستقیم ہے یہی اللہ کا راستہ ہے جس نے اللہ والوں کا راستہ نہیں پکڑا وہ صراطِ مستقیم نہیں پا سکتا۔

منعم علیہم اپنے اور مغضوب علیہم غیر ہیں

اب آگے ہے کہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ دیکھو یہ نبیین، صدیقین، شہدا و صالحین یہ ہمارے اپنے ہیں لیکن جن پر ہمارا غضب نازل ہوا یہ غیر ہیں دیکھو غیروں سے مت ملنا۔

غیروں سے دل لگانے والا محروم رہتا ہے

منافقین والا کام مت کرنا منافق کافروں سے بھی ملتے تھے اور صحابہ سے بھی ملتے تھے، جسم یہاں رکھتے تھے لیکن دل وہاں غیروں میں رکھتے تھے۔ جیسے جسم کوئی خانقاہ میں رکھے اور دل جوڑیا بازار میں رکھے یا لفنسٹن سٹریٹ میں رکھے۔ اس شخص کو فائدہ ہوگا شیخ کی صحبت سے؟ جسم اور دل دونوں فدا کر دو خانقاہوں پر اللہ والوں پر۔ پھر دیکھو اللہ تعالیٰ آپ کے دل کے اندر وہ باغبانی کرے گا کہ آپ ساری زندگی اس کا شکر یہ ادا کریں گے اور یہ مصرعہ پڑھیں گے ؎

کاگا سے ہنس کیو اور کرت نہ لاگی بار

ہم تو کوّا تھے، گوکھاتے تھے۔ اے میرے شیخ آپ نے کاگا سے مجھے ہنس چڑیا بنا دیا کہ اب ذکر اللہ کے موتی چگتے ہیں اور تمام گندے کاموں سے اللہ نے نجات عطا فرمادی ؎ کاگا سے ہنس کیو اور کرت نہ لاگی بار

بھیکا معالی پر واریاں دیں سو سو بار

بھیکا شاہ اپنے شیخ ابو المعالی پر سو سو بار قربان ہو جا کہ جس نے اپنے کرامت اور تربیت سے تجھ جیسے کوّے کو ہنس کر دیا مگر دل بھی پیش کرو جب باغ پیش

نہیں کرو گے تو باغبانی کیسے ہوگی اگر دل الفنسٹن اسٹریٹ میں ہے تو آپ نے دل کہاں پیش کیا؟ جسم پر کچھ ظاہری اعمال آجائیں گے مگر دل تو جب بنے گا جب اللہ والوں پر فدا کیا جائے، دل بھی خانقاہوں میں رکھا جائے۔ جسم تو خانقاہوں میں ہو اور دل جاہوں اور باہوں میں ہو تو شیخ جاہ کا جیم اور باہ کی ب کیسے نکالے گا اور آہ کیسے پیدا ہوگی؟ ایسا شخص تو ایسے تبے ہی رہے گا۔

صراطِ مستقیم کے لیے مغضوب علیہم سے دوری بھی ضروری ہے

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحبؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنوں کا ذکر بھی نازل کیا اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ جن پر ہم نے انعام نازل کیا، یہ ہمارے اپنے ہیں لیکن غیروں کا بھی تذکرہ کر دیا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ جن پر ہم نے غضب نازل کیا، جو گمراہ لوگ ہیں خبردار! ان کو غیر سمجھنا اور ان کے اعمال کو بھی غیر سمجھنا، معذب قوموں کے اعمال سے احتیاط رکھنا۔ یہ نہیں کہ اب تم کو وہ قومِ لوط ملے گی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اب کہاں ہے لیکن جو ان کے اعمال کرتے ہیں گویا کہ وہ قومِ لوط کی معذب قوم سے رابطہ رکھتے ہیں۔ اسی لیے محدثین نے لکھا ہے، علماء فرماتے ہیں کہ جس قوم معذب میں جو خصلت تھی آج جو شخص اس فعل کو کرے گا، معذب قوموں کے فعل کو اختیار کرے گا یعنی گناہ کرے گا تو اس کا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا اگر توبہ نہ کی اِنْ لَّمْ یَتُبْ۔ اس لیے دوستو غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ سے مُراد ہے کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب نازل کیا۔

لہٰذا جو گمراہ لوگ ہیں ان سے بھی بچو اور ان کے اعمال سے بھی بچو یہ نہیں کہ وہ ہم سے دور رہیں اور ہم عمل ان کا کرتے رہیں۔ جس فعل پر اللہ کا غضب نازل ہے

جس فعل سے اللہ ناراض ہے اس سے بھی احتیاط کرو کہ وہ معذب قوموں کا ورثہ ہے ہر گناہ کسی نہ کسی معذب قوم کی وراثت اور ترکہ ہے۔

اب میں منعم علیہم کی تفسیر اور شرح کرنا چاہتا ہوں اور خصوصاً صدیقین کی شرح کر کے تقریر ختم کرتا ہوں۔

نبی کی تعریف

مِنَ النَّبِیّٖنَ جن کو ہم نے نبوت سے نوازا یعنی جن انسانوں پر فرشتہ اللہ کی طرف سے وحی لے آتا تھا مگر نبوت کا دروازہ اب بند ہو چکا اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور تمام نبیوں کے سردار ہیں۔ اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آتے گا۔ پیغمبری اختیاری چیز نہیں ہے لیکن راہِ پیغمبری پر چلنا اختیاری چیز ہے۔ شیطان و نفس کے کہنے پر ڈسٹمپری کا راستہ اختیار نہ کیجئے راہ پیغمبر پر چلیے اختر کا شعر سُنیے ؎

خاک ہو جائیں گے قبروں میں حسینوں کے بدن
ان کے ڈسٹمپر کی خاطر راہِ پیغمبر نہ چھوڑ

خدائے تعالےٰ ہم سب کو توفیق دے، صورتیں بدلنے والی ہیں بس چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات۔ اس چاند سے تعلق کرو جہاں اندھیرا نہیں ہوتا، اس سُورج سے تعلق رکھو جو غروب نہیں ہوتا اور وہ اللہ تعالےٰ کی نسبت کا نام ہے۔ جس شخص کو حق تعالےٰ نے اپنی نسبت دے دی وہ خالقِ آفتاب سے وابستہ ہے وہاں سُورج غروب نہیں ہوتا، وہاں کبھی اندھیرا نہیں ہوتا۔ اسی لیے اللہ والے ہر وقت مست رہتے ہیں۔ اپنے اللہ کے قرب کے آفتاب سے ہر وقت روشن رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی روشن کر دیتے ہیں بشرطیکہ وہ اپنی زمین پیش

کریں۔ کاشت کے لیے زمین بھی تو دیں یعنی نفس کو اصلاح کے لیے کسی اللہ والے کے حوالے کر دیں۔

شہید کی تعریف

تو نبیین کا مطلب آپ نے سمجھ لیا، شہداء کے معنی بھی سمجھ لیجئے۔ شہادت کا سمجھنا آسان ہے۔ شہداء وہ لوگ ہیں جن کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر ایسا یقین آیا کہ اللہ کی راہ میں جان دے کر اللہ تعالیٰ کے وجود اور واحدانیت کی گواہی دے گئے۔ اُحد کے دامن میں ستر صحابہ ایک ہی دن میں شہید ہو گئے اور ہر جنازہ بزبانِ حال یہ شعر پڑھ رہا تھا، زبانِ قال سے نہیں، زبانِ حال سے گویا یہ کہہ رہا تھا ؎

اُن کے کوچہ سے لے چل جنازہ میرا
جان دی میں نے جن کی خوشی کے لیے
بے خودی چاہیے بندگی کے لیے
جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

صالحین کی تعریف

صالحین کے معنی مختصراً یہ ہیں کہ جن کی طبیعت میں ایسی سلامتی وصلاحیت ہے کہ وہ اتباعِ سنت اور اتباعِ شریعت کرتے ہیں اور اللہ کو راضی کرنے کی فکر میں رہتے ہیں، ایسے لوگ صالح کہلاتے ہیں۔ مگر میں اس وقت صرف صدیقین کی شرح کرنا چاہتا ہوں جو اولیاء اللہ کا سب سے زیادہ اونچا طبقہ ہے تاکہ ہم آپ آج ارادہ کر لیں کہ جب ہمارا تعلق مالک کریم سے ہے اس اللہ سے ہم اونچی ولایت اور اونچی دوستی

کیوں نہ مانگیں، ولایتِ صدیقیت کا سوال کیوں نہ کریں۔ اپنی صلاحیت و قابلیت کو مت دیکھئے کیونکہ کریم کی تعریف ہی یہ ہے کہ جو بدون صلاحیت اپنی نعمت کو دے دے۔

کریم کی شرح

پہلے کریم کی شرح سن لیجئے کریم کی چار تعریفیں ہیں۔
۱۔ اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّۃِ۔
کریم وہ ہے جو نالائقوں پر بھی مہربانی کر دے جیسے کئی سو برس پہلے بادشاہِ ایران نے اپنے خادم رمضانی سے کہا تھا ؎

رمضانی مگساں می آئند

رمضانی مکھیاں آرہی ہیں۔ اس نے کہا حضور!

ناکساں پیش کساں می آئند

نالائق لائق کے پاس آرہی ہیں۔ آہ! ظالم نے کیا جواب دیا۔ تو کریم وہ اللہ ہے جو نالائقوں پر بھی مہربانی کر دے مانگو تو سہی! جب وہ قبول کر لیں گے تو اولیاء اللہ کے اعمال اور اخلاق دینا ان کے ذمہ ہے۔ ولایتِ صدیقیت مانگتے کہ اے اللہ ہمیں اولیائے صدیقین میں شامل فرما۔ جب اللہ قبول فرمالیں گے تو اعمالِ صدیقین اخلاقِ صدیقین، ایمانِ صدیقین یقینِ صدیقین، کیفیاتِ احسانیہ صدیقین سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے آپ اللہ سے مانگتے۔ تو کریم کی چار تعریف ہے جو نالائقوں پر مہربانی کر دے اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّۃِ اور دوسری کیا ہے؟

۲۔ اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا بِدُوْنِ مَسْئَلَۃٍ وَّلَا وَسِیْلَۃٍ جو ہم پر مہربانی کرے

دے بدون سوال اور وسیلہ کے۔

۳۔ اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا وَلَا یَخَافُ نَفَادَ مَا عِنْدَہٗ جو ہم پر مہربانی کردے اور اپنے خزانے کے ختم ہونے کا اس کو اندیشہ ہی نہ ہو کیونکہ اللہ غیر محدود خزانے والا ہے۔

۴۔ اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا فَوْقَ مَا نَتَمَنّٰی بِہٖ جو ہم پر اتنی مہربانی کردے کہ جو ہماری تمناؤں سے بھی زیادہ ہو۔ مانگو ایک بوتل، دے دے ایک مشک۔ ایک بوتل شہد کوئی مانگے اور کریم دے دے ایک مشک۔ اللہ تعالیٰ اس طرح سے دیتا ہے۔

اولیاء اللہ کا سب سے بڑا درجہ صدیقین کا ہے

لہٰذا نبوت کے بعد جو سب سے بڑا درجہ اولیاء اللہ کا ہے آپ سے عہد لیتا ہوں کہ ہم سب مل کر وہی درجہ خدائے تعالیٰ سے مانگیں کہ اے اللہ! نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے اولیائے صدیقین کا دروازہ بند نہیں ہوا، قیامت تک کھلا ہوا ہے۔ اسی لیے جمع کا صیغہ صدیقین نازل کیا۔ اگر واحد کا صیغہ نازل ہوتا تو لوگ یہی سمجھتے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد شاید اب کوئی صدیق نہیں ہوگا لیکن صدیقین نازل فرمایا معلوم ہوا کہ صدیقین قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا اب کوئی صدیق نہیں ہوگا۔ ان کے درجہ کو اب کوئی نہیں پہنچ سکتا لیکن صدیقین پیدا ہوتے رہیں گے۔ آپ پوچھیں گے کہ بھئی اولیائے صدیقین کیا ہوتے ہیں ان کی کیا شان ہوتی ہے؟ لہٰذا میں اولیائے صدیقین کی شان علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ

کی تفسیر روح المعانی سے پیش کرتا ہوں کہ صدیق کس کو کہتے ہیں؟ تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہمیں کیسا بننا ہے اور اللہ سے مانگنے میں مزہ آئے کہ اے اللہ! ہم کو نسبتِ صدیقین عطا فرما دے، اولیائے صدیقین میں شامل فرما دے لیکن اگر آپ کو صدیق کے معنیٰ نہیں معلوم تو بتائیے دُعا میں مزہ آئے گا؟ جیسے کسی نابالغ پانچ چھ سال کے بچے سے کہو جو گلی ڈنڈا کھیل رہا ہے یا پتنگ اُڑا رہا ہے کہ میں تیری شادی کر دوں؟ تو کہے گا کہ شادی میں کیا ہوتا ہے؟ انھوں نے کہا کہ کپڑا مکان روٹی دینی پڑتی ہے تو کہے گا اچھا بس آئندہ بات بھی نہ کرنا۔ لیکن جب بالغ ہو جائے، پہچان لے شادی کی معرفت ہو جائے گی پھر اس سے کہو تو پیر دبائے گا اور کان میں کہے گا بھیا ذرا جلدی کرنا دیر نہ کرنا۔ اب بھیا کہے گا آپ کو اور اگر بڑی عمر کے ہیں تو چاچا کہے گا کہ چاچا دیکھو جلدی کرنا دیر نہ کرنا۔ تو معرفت کے بعد طلب بڑھ جاتی ہے میں صدیقین کے درجہ کی معرفت پیش کرنا چاہتا ہوں۔

صدیقین کی تعریف

اولیائے صدیقین کون لوگ ہیں؟ صدیق وہ ولی اللہ ہے کہ نبی پر جو کچھ وحی نازل ہو، اس کا دل خود بخود اس کی تصدیق کرے یعنی صدیق آئینۂ نبوت ہوتا ہے اور علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں صدیق کی یہ تعریف کی ہے:

جس کا قال اور حال ایک ہو

اَلَّذِیْ لَایُخَالِفُ قَالُہٗ حَالَہٗ صدیق وہ ہے جس کے قول میں اور جس کے حال باطن میں فرق نہیں ہوتا جو زبان پر ہے وہی دل میں ہے۔ صدیقین وہ اولیاء اللہ ہیں جن کا حالِ باطن یکساں ہوتا ہے جتنا ایمان

ان کی زبان پر ہوتا ہے اتنا ہی ان کے قلب میں ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقامِ صدیقیت کو شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں قیامت کے دن دوزخ اور جنت کو دیکھوں گا تو میرا ایمان ذرہ نہیں بڑھے گا اتنا ایمان مجھے دنیا ہی میں حاصل ہے یہ صدقہ ہے صحبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اِذَا رَأَیْتُ النَّارَ وَالْجَنَّةَ یَوْمَ الْمَحْشَرِ مَا ازْدَدْتُّ یَقِیْنًا جب میں قیامت کے دن جنت و دوزخ کو دیکھوں گا تو میرے یقین میں ایک قطرہ برابر اضافہ نہیں ہوگا اتنا یقین تو مجھے دُنیا میں ہی حاصل ہے۔ میرے مرشد شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا تھا کہ حضرت آپ کی غلامی کے صدقے میں اللہ نے میرا ایمان و یقین اس مقام پر عطا فرمایا ہے کہ جب میں دُنیا کی زمین پر چلتا ہوں تو ایسا لگتا ہے میں آخرت کی زمین پر چل رہا ہوں۔ اس پر حکیم الامت مجدد الملت تھانوی نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے وقت کا صدیق ہے۔ تو صدیق کی ایک تعریف ہے اَلَّذِیْ لَا یُخَالِفُ قَالُهٗ حَالَهٗ صدیق وہ ہے جس کا قال اور حال ایک ہو یعنی اس کے قول اور باطن میں فرق نہ ہو، زبان و دل ایک ہو جائے۔ صدیق کی دوسری تعریف :

جس کا باطن ظاہری حالات سے متاثر نہ ہو

۲۔ اَلَّذِیْ لَا یَتَغَیَّرُ بَاطِنُهٗ مِنْ ظَاهِرِهٖ جس کا باطن اتنا زبردست اور قوی ایمان رکھتا ہو کہ ظاہری حالات سے متاثر نہ ہوتا ہو چاہے جرمن جاپان لندن کی تمام لڑکیاں اور سارے عالم کی ٹیڈیاں سامنے آجائیں کچھ بھی ہو جائے لیکن کبھی مغلوب نہ ہوتا ہو۔ یہ نہ کہے کہ کیا

کریں بھائی ایسے حالات میں کیسے نظر بچائیں، کیا کریں بھائی خاندان کی وجہ سے مروت آگئی اس لیے ویڈیو فلم بنوالی، ٹیپ ریکارڈر لگا تھا گانا سن لیا۔ کیا کہیں وہ نہیں کہتا۔ وہ مؤثر ہوتا ہے، غالب ہوتا ہے۔ بقول ہمارے شیخ مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگ محفل دیکھ لیتے ہیں

لندن کی سڑک ہو یا جاپان کی اللہ والے جہاں بھی جاتے ہیں اللہ والے ہی رہتے ہیں۔ یہی دلیل ہے کہ ان کے دل میں اللہ ہے۔ شیر کا دوست لومڑی اور بندر سے ڈرے گا؟ سورج کا دوست ستاروں سے ڈرے گا؟ بس سمجھ لیجئے کہ اللہ کے دوستوں کا کیا مقام ہوگا؛ پس صدیق کا ایمان اس قدر قوی ہوتا ہے کہ ظاہری حالات سے متاثر نہیں ہوتا، کسی سے مرعوب نہیں ہوتا، لوگوں سے ڈر کر اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا ؎

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہئے
پیشِ نظر تو مرضیٔ جانانہ چاہئے
پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہئے

اور صدیق کی تیسری تعریف ہے:

دونوں جہان خدا پر فدا کرنے والا

۳۔ اَلَّذِیْ یَبْذِلُ الْکَوْنَیْنِ فِیْ رِضَا مَحْبُوْبِہٖ صدیق

وہ ہے جو دونوں جہان اللہ پر فدا کر دیتا ہے۔ ابھی کل میں نے کچھ عرب کے لوگوں

کے سامنے یہ تعریف پیش کی تو ایک الجزائری نے پوچھا کہ میں دنیا تو اللہ پر فدا کر سکتا ہوں فکیف افدی الاخرۃ لیکن آخرت کو کوئی انسان کس طرح فدا کر سکتا ہے۔

آخرت کو اللہ پر فدا کرنے کے معنی

میں نے جواب دیا کہ آخرت کو فدا کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ نیک کام اللہ کی رضا کے لیے کرو، جنت کی لالچ میں نہ کرو۔ اللہ کی رضا درجۂ اولیں میں ہو، جنت کو درجۂ ثانوی میں کرلو۔ نیت یہ ہو کہ اے اللہ میں یہ عمل جنت کے لیے نہیں کر رہا ہوں آپ کو خوش کرنے کے لیے کر رہا ہوں لیکن چونکہ جنت آپ کا محل لقا اور محل دیدار ہے اس لیے جنت کا بھی سوال کرتا ہوں لیکن مقصود آپ کی رضا ہے۔ بس آپ نے آخرت فدا کر دی، جنت کو اللہ پر فدا کر دیا اور دوزخ کے ڈر سے گناہ مت چھوڑو اللہ کی ناراضگی کے خوف سے چھوڑو۔ خدائے تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کے لیے گناہ چھوڑو اور جہنم کو درجۂ ثانوی میں کرلو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ نے جنت و جہنم اور آخرت کو فدا کر دیا۔ یہ سُن کر اس عرب نے کہا سُبحان اللہ اور بہت خوش ہوا اور یہ میں نے کہاں سے حاصل کیا؟ اللہ تعالیٰ نے براہِ راست دل میں یہ شرح عطا فرمائی۔ اس کے بعد حدیث پاک کی دلیل بھی مل گئی۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ اے خدا میں تجھ سے تیری رضا اور تیری خوشی مانگتا ہوں اور جنت کو بعد میں مانگتا ہوں۔ جنت کو بعد میں بیان کیا، پہلے کیا مانگا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے؟ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ اے اللہ میں تیری رضا چاہتا ہوں وَالْجَنَّۃَ اور جنت بھی۔ جنت کو درجۂ ثانوی کیا اور

وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ سَخَطِكَ میں تیری ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں وَالنَّارِ اور دوزخ سے۔ دوزخ کو درجہ ثانوی کیا۔ پہلے اللہ کی ناراضگی سے پناہ مانگی اس حدیث سے اختر نے یہ سمجھا کہ آخرت کو یوں فدا کیا جاتا ہے۔ بس صدیق کی آخری تعریف ہے اَلَّذِیْ یَبْذِلُ الْکَوْنَیْنِ فِیْ رِضَا مَحْبُوْبِہٖ جو اللہ پر دونوں جہان فدا کر دے۔

بس دُعا کیجئے اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ میرے شیخ کے خلیفہ صوفی غلام سرور صاحب نے لاہور سے فون کیا ہے کہ میری بیٹی ہسپتال میں داخل ہے اللہ تعالیٰ اس کو صحت عطا فرمائے۔ اے اللہ! ہم سب کو سلامتیٔ اعضا، سلامتی ایمان کے ساتھ حیات نصیب فرما اور سلامتیٔ اعضا، سلامتی ایمان کے ساتھ دُنیا سے اُٹھا۔ یہ دُعا ہمارے لئے، ہمارے بچوں کے لئے، ہمارے گھر والوں کے لئے، ہمارے دوستوں کے لیے اور سارے عالم کے مسلمانوں کے لیے قبول فرما۔ یا اللہ ہم سب کے لیے تقویٰ کے راستہ کو آسان بلکہ لذیذ فرما دیجئے۔ اے خدا گناہوں کو چھوڑنا نہ کیے آسان بلکہ لذیذ فرما دیجئے اور ہم سب کو اللہ والی حیات نصیب فرما دیجئے۔ اے خدا گناہوں کو چھوڑ کر ہم ایک شکر نہیں کروڑ کروڑ شکر ادا کریں۔ جس گناہ سے آپ ہمیں نجات عطا فرما دیں تو اے خدا ہم اس عنوان سے شکر ادا کریں گے کہ اگر ساری دنیا کے ذرّے ذرّے زبان بن جائیں، ساری کائنات کے ہر ذرّہ کی زبان سے اے اللہ ہم آپ کا شکر ادا کریں تو ایک گناہ سے نجات کا شکریہ ہم ادا نہیں کر سکتے اس لیے سارے گناہوں کو چھوڑ دینے کی توفیق عطا فرما دیجئے اور ہمیں اپنے دوستوں کی حیات نصیب فرما دیجئے، اختر کو بھی اور اس کی اولاد کو بھی اور میرے

سب دوستوں کو بھی اور میرے حاضرین دوستوں کو بھی جو اس وقت موجود ہیں اور جو خواتین بے چاری آتی ہیں ان کے لیے بھی اور ان کے گھر والوں کے لیے ان کے شوہروں کے لیے بھی ان کے بچوں کے لیے بھی دُعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! ہم سب کو دونوں جہان کی نعمتوں سے نواز دے۔ اے مالکِ دو جہان! ہم آپ سے دونوں جہان کی بھیک مانگتے ہیں ؂

دونوں جہاں کا دکھڑا اختر تو رو چکا ہے
اب اس پہ فضل کرنا یارب ہے کام تیرا

یہ خواجہ صاحب کا شعر ہے جس میں نام کی ترمیم کر کے اللہ سے مانگ لیا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ○

کتابت
محمد علی زاہد

اہلِ دُنیا اور اہلُ اللہ کے عیش کا فرق

۹ر صفر المظفر ۱۳۹۳؁ھ مُطابق ۱۳ر مارچ ۱۹۷۳؁ء کو حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا بعض احباب کی دعوت پر سفر حیدر آباد ہُوا تھا، حافظ عبدالقدیر صاحب، مالک مکتبۂ اصلاح و تبلیغ، کے مکان پر کچھ احباب جمع ہوگئے، اس وقت ارشاد فرمایا کہ

بعض لوگ ایسے ہیں کہ ان کے جسم پر دو ہزار کا لباس ہے، اور دو لاکھ کی کار میں ان کا جسم بیٹھا ہُوا ہے، لیکن ان کا دل ویران ہے۔ حق تعالیٰ کے تعلق اور محبت سے بالکل خالی ہے؛ اللہ کے نزدیک ان کے دل کی کوئی قیمت نہیں ہے اور بعض بندے ایسے ہیں کہ ان کے جسم پر پیوند لگے ہوئے ہیں اور کھانے میں چٹنی روٹی ہے، لیکن ان کے سینوں میں جو دل ہے وہ حق تعالیٰ کے قُرب و معیت سے اس قدر قیمتی ہوگیا کہ وہ ایک دل اللہ کے نزدیک لاکھوں غافل اجسامِ انسانیہ سے زیادہ محبوب فائق تر اور قیمتی ہے، اور حق تعالیٰ کے تعلق کے فیض سے چٹنی روٹی اور افلاس میں ان کے دلوں کو وہ چین نصیب ہے کہ بادشاہوں نے خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ برعکس جو خدا سے غافل ہیں۔ ان کا جسم اگرچہ کار میں بیٹھا ہُوا ہے، اور دو ہزار کا سوٹ زیبِ تن کیا ہُوا ہے، اور زبان پر مُرغ اور بریانی کا لُقمہ ہے، لیکن دل بےچین و بےسکون

ہے۔ معلوم ہوا کہ باہر کی چیزیں دل کو سکون نہیں دے سکتیں۔ اندر اگر سکون ہے تو باہر کی چیزیں کار، بنگلہ، بیوی، بچے اور عمدہ غذائیں اچھی معلوم ہوتی ہیں، اور اگر دل میں سکون نہیں ہے تو باہر کی چیزیں کانٹا معلوم ہوتی ہیں۔ پھر بیوی بچے بھی اچھے نہیں لگتے، کار اور بنگلہ بھی اچھا نہیں لگتا، مرغ اور کباب کا لقمہ بھی زہر معلوم ہوتا ہے۔ ؎

دل گلستاں تھا تو ہر شئے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں ہوگیا، عالم بیاباں ہوگیا

اہلِ دُنیا کے لیے دنیا عذاب اس لیے ہوگئی کیوں کہ دنیا کی محبت ان کے دل میں داخل ہوگئی، ورنہ اہل اللہ کے پاس اگر دُنیا آتی بھی ہے تو وہ دنیا کو دل سے باہر رکھتے ہیں، ان کے دل میں صرف اللہ ہوتا ہے اور ہر وقت حق تعالیٰ کے قربِ خاص، تعلقِ خاص ومعیتِ خاصہ سے مشرف ہوتا ہے۔ ایسے دل کو اگر پوری دُنیا کی سلطنت وبادشاہت بھی مل جائے اور وہ پُوری کائنات پر سلطنت وحکمرانی کرے، لیکن کائنات اس کے سامنے بے قدر محکوم اور مغلوب ہوتی ہے۔

کیونکہ سُورج کا ہم نشین ستاروں سے کب مرعُوب ہو سکتا ہے۔

جس کو اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی ومجالست یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کی توفیق اور ان کی محبت کی لذّت وحلاوت نصیب ہوگئی، ساری کائنات کی لذتیں اس کے سامنے ہیچ بے قیمت ہوجاتی ہیں۔

چوں سُلطانِ عزّت علم بر کشد
جہاں سر بجیب عدم در کشد

وہ سُلطانِ حقیقی جس دل پر اپنی معیتِ خاصہ کا انکشاف فرمادیتا ہے۔ ساری کائنات مع اپنی لذّتوں کے جیب عدم میں اپنا سر ڈال دیتی ہے، اس لئے وہ دل

پوری کائنات اور معاشرہ کی رفتار اور گمراہی پر غالب رہتا ہے، کیونکہ اس پر حق تعالیٰ کی محبت چھا گئی اس لئے یہ پوری کائنات اور زمانہ پر چھا گیا۔ ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

اس لئے آدمی عین امارت و بادشاہت کی حالت میں اللہ کا ولی ہو سکتا ہے۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ والے دنیا چھڑاتے ہیں حالانکہ اللہ والے دُنیا نہیں چھڑاتے وہ تو ہمیں دونوں جہان کی بادشاہت دینا چاہتے ہیں، وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جو ذات دونوں جہان کی مالک ہے اس کو راضی کر لو تاکہ دُنیا کی زندگی میں بھی وہ عیش مل جائے جس پر بادشاہ رشک کریں اور جنّت کی دائمی سلطنت بھی مل جائے۔

جو شخص دونوں جہان کے مالک کو راضی کر لیتا ہے تو وہ مالکِ دو جہاں بھی اس کی زندگی کو عیش اور سکون والی زندگی بنا دیتا ہے اور کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا کوئی کفو نہیں ہے

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

کوئی ان کی ہمسری اور برابری کرنے والا نہیں ہے۔

اس لئے ان کے نام پاک کی لذت کا بھی کوئی کفو اور کوئی بدل نہیں ہے حتیٰ کہ جنت کی نعمتیں بھی اللہ کے نام کی لذت کی برابری و ہمسری نہیں کر سکتیں۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ والے دُنیا کے عوض نہیں بکتے، کیوں کہ ان کے دل اس عیش سے مشرف ہیں جس کا دونوں جہان میں کوئی کفو، بدل اور ہمسر نہیں ہے۔ برعکس اہل دنیا جو مٹی اور پانی کی چیزوں سے لذت و عیش درآمد کر رہے ہیں، ان کا جرعۂ عیش بھی نحوست معاصی کی وجہ سے زہر اور تلخ ہو جاتا ہے۔

دشمنوں کو عیشِ آب و گِل دیا
دوستوں کو اپنا دردِ دل دیا
اُن کو ساحل پر بھی طغیانی ملی
مجھ کو طوفانوں میں بھی ساحل ملا

(آخر کے یہ دو شعر تقریباً بارہ سال بعد ۲۱ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ مطابق ۳ جنوری ۱۹۸۶ء، بروز جمعۃ المبارک، بعد نماز عصر ریل میں، سندھ حیدر آباد ہی کے دینی سفر کے دوران ارشاد فرمائے۔ لیکن چونکہ مندرجہ بالا مضمون کے مناسب تھے، اس لئے لکھ دیئے گئے۔ جامع)

> اس رسالہ کو ابتداءً تا انتہا حرفاً حرفاً احقر نے پڑھ لیا ہے
> محمد اختر عفا اللہ عنہ

۲۶ جمادی الاوّل ۱۴۱۱ھ

—o—

چند اشعار عارفانہ

از حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جاں بازی عشق

جان دے دی میں نے انکے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

o

انجامِ حُسنِ فانی

دوستو مرتانہ اِن گلفام پر
خاک ڈالو گے انہیں اجسام پر

o

فنائیت حُسن و عِشق

اُن کا چراغِ حُسن بجھا یہ بھی بجھ گئے
بلبل ہے چشمِ نم گُلِ افسردہ دیکھ کر

o

چہرہ کا جُغرافیہ بدلنے سے عشقِ فانی کا زوال

اُدھر جغرافیہ بدلا اِدھر تاریخ بھی بدلی
نہ اُن کی ہسٹری باقی نہ میری ہسٹری باقی

o

نزولِ سکینہ بر قلبِ عارف

میرے پینے کو دوستو! سُن لو
آسمانوں سے مے اُترتی ہے
اس میکدۂ غیب سے کیا جام ملا ہے
ہے دُور مجھ سے دوستو دُنیا نے تفکر

o

عشقِ مجازی عذابِ الٰہی

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لُوٹے

کلامِ عارفانہ

حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جانبازئ عشق

جان دے دی میں نے ان کے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

•

انجامِ حسنِ فانی

دوستو مرنا نہ ان گل فام پر
خاک ڈالو گے انہیں اجسام پر